صاحبزادہ برق التوحیدی فیصل آباد

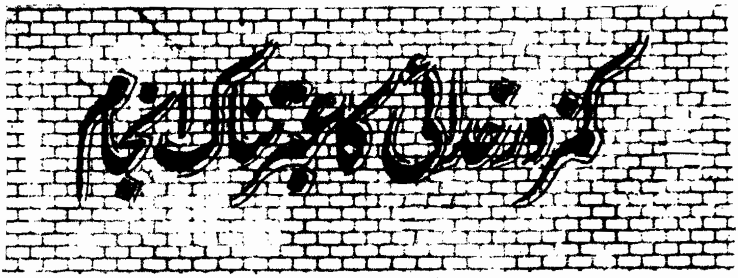

تو نمی دانی سگ راچہ غوغا باگدا　　منع سازد جز درے حق بردر دیگر میا

اس اشرف المخلوقات پر اللہ تعالےٰ کے ان گنت اور لاتعداد وغیر محصور انعامات و احسانات ہیں لیکن ان تمام سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس رؤف رحیم نے اس بھولی بھٹکی مخلوق کو انبیاء علیہم السلام بھیج کر اپنے روٹھے ہوئے خدا کو منانے کا سلیقہ اور اس کے قرب کا طریقہ سکھایا اور لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے :

اب سوچنا یہ ہے کہ رب روٹھتا کیوں ہے اور راضی کب ہوتا ہے ؟ میں ذرا تفصیل میں جانے سے پیشتر تمثیلاً یہ عرض کرنا مناسب خیال کرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اگر غیر اللہ کو سجدہ روا ہوتا تو بیوی اپنے خاوند کو سجدہ کرتی یعنی ان کے آپس میں تعلقات، احسانات اور حقوق کا یہی تقاضہ تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی رفیقہ حیات اپنے خاوند کی سینکڑے نافرمانیاں کرے ، مختلف قسم کی اس سے کوتاہیاں سرزد ہوں خاوند در گزر کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ اپنی آنکھوں کی اس ٹھنڈک سے منہ پھیر کر کسی اور کو آشنا اور اپنی محبت کا مصرف بنالے تو خاوند اُسے بیک بینی و دو گوش گھر سے باہر نکال دیتا ہے اور پھر کبھی اس سے ازدواجی تعلقات قائم کرنے کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ یہی کیفیت مخلوق کے خالق سے تعلقات کی ہے کہ یہ من وجہ اتنے مستحکم ہوتے ہیں کہ کوئی کوتاہی ان پر اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ لیکن جب بھی مخلوق اپنے خالق کے در سے سرِ مُو بھی انحراف کرے تو خالق حقیقی اُسے راندۂ درگاہ قرار دیتے ہیں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہوتا ہے ۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہٖ ویغفر ما دون ذالک لمن

یشاء۔

یعنی بنی نوع انسانی اگر پوری سرزمین کو اپنی کوتاہیوں سے زنگ آلود کردیں تو میں وحدہ لاشریک اپنے ابر رحمت کی بارش اور مغفرت کی شبنم کو اسی فراخی اور وسعت سے نازل کرتا ہوں کہ ہر قسم کی نہ صرف تشنگی دور ہوتی ہے بلکہ " فاتت اکلھا ضعفین کا مصداق بن جاتی ہے۔ مگر شرک معاف نہیں ہوتا۔ ہمارے اس تمثیلی نقشہ کی تائید اس ارشادِ باری سے بھی ہوتی ہے:۔

الزانی لاینکح الا زانیۃ اومشرکۃ والزانیۃ لاینکحھا الا زان اومشرک وحرم ذالک علی المومنین (النور ۳)

یعنی زنا اور شرک کو اکٹھا بیان کرنے میں یہی حکمت ہے کہ دونوں بے حیائی اور فحاشی کی انتہا ہیں اور جس طرح زنا کرنے والی عورت اپنے خاوند کی امانت میں خیانت کی مرتکب ہونے کے بعد اس قابل نہیں رہتی کہ اسے دوبارہ اپنے گھر کی زینت بنائے۔ اس طرح مشرک ارتکابِ شرک کے بعد اس قابل نہیں رہتا کہ اس طرف نظرِ مغفرت سے دیکھا جائے۔ اسی قبیل سے یہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:۔

یایھا الذین آمنوا انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا (التوبہ ۲۸)

گویا کہ مشرک کے دل و دماغ کی زمین اس لائق نہیں رہتی کہ کوئی نیک توقع وابستہ کی جاسکے۔ اس کا بنجر و بانجھ ہو جانا بدیہی اَمر ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور"

بہرحال مخلوق جب اس اکبر الکبائر اور عظیم جرم کا ارتکاب کرتی ہے تو اس کا خالق سے رابطہ منقطع ہو جاتا ہے — اب اس کریم اور مہربان خالق کی رحمتوں اور شفقتوں کا اندازہ لگائیے کہ قصور مخلوق کا — جرم انھوں نے کیا — سزا انہیں ملے گی۔ لیکن فکر اس کو ہے — کہ محفوظ ہو جائیں اور کسی طرح بچ سکیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ ایک ماں کے اپنے بچے سے مشفق ہونے سے کہیں زیادہ اپنے بندوں پر مشفق ہے۔ اس شفقت کا نتیجہ ہے کہ اس نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا کہ وہ بتائیں کہ اپنے رب کو راضی کیسے کرنا ہے۔ چنانچہ اس کا طریق کار اور انداز صرف ایک ہی

ہے جو کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا بنیادی محور و مدار تھا کہ "قولوا لا الٰہ الا اللہ یعنی ہر قسم کے معبودانِ باطل کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کی خدائی کا دم بھرا جائے۔ جس کا تعارف — الذی خلق السمٰوٰت والارض سے لیکر لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار تک پھیلا ہوا ہے۔ کہ دنیا میں کسی قسم کی حرکت و سکون اور نشیب و فراز اس کے علم و قدرت کے بغیر متحقق نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایسے ضعیف، کمزور، ناتواں اور ایسے خداؤں کو ترک کر دو جو نہ صرف کہ تمہارا کچھ بگاڑ و سنوار سکتے ہیں۔ بلکہ اپنے نفع و نقصان کے بھی مالک نہیں — اللہ عزوجل شانہٗ نے جہاں اپنی خدائی و کبریائی کا مختلف انداز اور متعدد پیرائیوں میں تعارف کرایا ہے۔ وہاں متفرق انداز اختیار کر کے ان کمزور معبودانِ باطلہ کی کمزور خدائی کا نہ یہ کہ ذکر کیا بلکہ اس کے عبرتناک انجام سے بھی آگاہ کیا۔

قبل ازیں کہ ہم اس کی تفصیل میں جائیں تو یہ عرض کرنا ضروری خیال کرتے ہیں کہ معبودان باطلہ کی دو معروف قسمیں ہیں۔ ایک زندہ اور ایک مردہ۔ اور دونوں قسم کی خدائیاں اپنی کمزوری و ضعف میں چنداں فرق نہیں رکھتیں جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مکالمے سے واضح ہوتا ہے۔ جیسے کوئی مردہ معبودِ باطل اس بات پر قادر نہیں کہ وہ سورج کو مغرب سے طلوع کرے اسی طرح دنیا کے ظاہری اسباب رکھنے والا بزعمِ خویش خدا بھی اس چیلنج کو قبول کرنے سے عاجز اور قاصر ہے۔ اور اگر ان دونوں کا توازن و تقابل کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مردہ خداؤں کی خدائی سے زندہ خداؤں کی خدائی نہ صرف یہ کہ خود مضر ہے۔ بلکہ اس کے معترفین و معتقدین بھی کہیں زیادہ ضرر رساں ہیں۔ بایں وجہ یہ کہنا درست ہوگا کہ ایسے خداؤں اور ان کے پیروکار مشرکین سے جہاد بہ نسبت دوسرے فریق سے جہاد کرنے سے کہیں افضل ہے۔ غالباً اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر "بہترین جہاد یہ ہے کہ کسی ظالم حکمران کے سامنے حق کا اظہار کیا جائے اور شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور توحید سے آگے کسی بھی حق کا تصور باطل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایسا حکمران جو اپنے کو خدائی کبریائی میں دخیل تصور کرتا ہے اس کے سامنے وحدہ لاشریک کی الوہیت و وحدانیت کا ڈھنڈورا پیٹنا بہترین جہاد ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہائے مقدسہ کا مطالعہ کرنے سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ انکی دعوتِ توحید کا مرکز اکثر یہی بت کدے بنے ۔ خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی بت تراش وبت پرست والد سے لے کر حکمرانِ وقت تک اسی چشمک کی داستانِ درس ہے آپ کو نہ صرف کہ اہل وعیال، عزیز و اقارب، اور گھر وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا بلکہ منجنیق نمرود میں جھونکا گیا۔ لیکن کائنات نے دیکھا کہ عزیز مقتدر کا پیرو کار سرخرو ہوا اور آتش نمرود نے " یا نار کونی برداً وسلاماً " کے پیغام الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ اور پوری نمرودیت خائب و خاسر گھروں کو لوٹتی ہے۔

اس کے بعد بالاختصار قرآن مجید کا مطالعہ کرتے اور انبیاء علیہم السلام کو سامنے رکھتے ہوئے آگے بڑھیں ۔ حضرت نوحؑ ، حضرت لوطؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت شعیب علیہم السلام کی داستان ہائے کرب و ابتلاء اسی مبارزت کا ثمرہ تھی کہ ایک طرف دنیا کے تمام وسائل کا عارضی اختیار و انصرام رکھنے والے حکمران، امراء سلاطین اور شرک وکفر کی پنچایت وچودھراہٹ ہے اور دوسری طرف "ذوالقوۃ المتین" کی وحدانیت و کبریائی کا اعلان کرنے والا ۔ دنیا کے وسائل سے محروم ۔ اسباب حرب سے خالی ۔ رفقاء کار کی کثرت سے یتیم ۔ ایک ایک پیغمبر ہے ۔ لیکن اس کے باوجود جب حق و باطل ، رشد و غیاوت ، توحید و شرک کے درمیان معرکہ آرائی اور نبرد آزمائی کا وقت آتا ہے تو ایک خدا کا ایک پیغمبر کامیاب و کامران ہوتا ہے۔ جب کہ سب باطل خدائی اپنے جمیع اسباب وعلل سمیت قعرِ مذلت میں موت کی نیند سو جاتی ہے۔

اس سے بھی آگے بڑھیئے اور موسیٰ کلیم اللہ اور فرعون وہامان کو دیکھیں کہ اس میدان کارزار میں کیا ہوتا ہے۔ جس معرکہ کی غرض وغایت خود اللہ تعالےٰ یوں بیان فرماتے ہیں :۔

"ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون"

یعنی اپنی باطل خدائی کے گھمنڈ میں سرکش ہونے والوں کو پتہ چل جائے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں ـــــ فرعون کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ اس نے اللہ تعالیٰ

کے دیئے ہوئے اسباب و وسائل کی بنا پر اناد بکم الا علی کہہ کر تمام مخلوقِ خدا کی توجہ کو اپنی طرف مرکوز کر لیا تھا۔ اور جب اس کے پاس پیغام الٰہی ۔۔ تعارف کبریائی پہنچتا تو بڑے فاخرانہ اور حقارت آمیز لہجے میں " ان رسول لکم الذی ارسل الیکم لمجنون کہہ کر رد کر دیتا ہے۔ بالآخر اس وحدہٗ لاشریک کے چٹھی رساں حضرت موسیٰؑ اور باطل خدائی کا مدعی فرعون کے درمیان معرکہ آرائی کے لئے ایک وقت کا تعین اور میدانِ حرب کا تقرر ہوتا ہے۔ باطل خدائی دنیا کے تمام ظاہری اور مادی وسائل کے لئے اپنے چیلے چمٹے سمیت میدانِ عمل میں اترتی ہے۔ جب وقت مبارزت آتا ہے تو پوری فرعونیت عصا موسیٰ کے سامنے دم بخود ہو کر رہ جاتی ہے۔ اور یہ شکست خوردہ عناصر واپس گھروں کو لوٹتے ہیں تو اسی عالم میں کہ پیغمبر خدا کو جھکانا تو کجا ان مومنین کو بھی انحراف پر آمادہ نہ کر سکے جو چند منٹ قبل کرایہ کے جادو گر تھے۔ اور یہ بات صادق ہوئی کہ لا یفلح الساحر حیث اتی یعنی دنیا کے اسباب و اختیار پر مبنی جادوگری کا علم، علمِ توحید اور علم نبوت کو سرنگوں نہیں کر سکتا۔

پھر آپ دیکھیں ایک طرف پوری دقیانوسی سلطنت اپنے جاہ و جلال سمیت اس بات پر تلی ہوئی ہے کہ کائنات میں کوئی خدا کا نام لیوا باقی نہ رہے۔ لیکن جب چند درویش صفت نشہ توحید سے سرشار قلندروں سے معرکہ ہوتا ہے تو یہ درویش قیامت کی دیواروں تک ثابت رہنے والے نقوش مرتسم کرتے ہیں۔ جبکہ باطل اور کمزور خدائی کا یہ عالم ہے کہ آج اس کا نام بھی لیا جائے تو اصحاب کہف کی معرفت ۔۔۔ یہ اس کی عاجزی اور کمزوری کا سبق آموز انجام ہے۔

غرضیکہ ایسے متعدد واقعات سے ذرا آگے مزید پیش قدمی کیجئے۔ اور خاتم الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیجئے کہ ایک دور ہے جب پوری قوم کے جمیع افراد آپ کی صداقت، امانت، دیانت اور شرافت اور عدالت کے ترانے الاپتے ہیں۔ مختلف قسم کے عظیم الشان القاب سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن جب فاران کی پہاڑیوں سے یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا و تملکوا العرب والعجم تو یکایک دوستی دشمنی میں بدل جاتی ہے۔ رفاقت رقابت کا رنگ دھارتی ہے اور اپنے بیگانے بن جاتے ہیں ۔۔۔ کل میلاد کی خوشی میں لونڈیاں آزاد کرنے

والئے تبت یداک" کی گالیاں دے رہے ہیں۔ ایسا کیوں ہوا کہ آپ نے لا الہ الا اللہ ہی نہ کہا بلکہ پوری باطل خدائی اور جھوٹی چودھراہٹ کو جوتے کی نوک سے ٹھکرایا۔ انھوں نے ہر قسم کے دنیاوی لالچ دے کر اس آواز کو بند کرنا چاہا لیکن ہر کوشش بے سود رہی اور یہ مشن بند ہونے کی بجائے بلند تر ہوتا گیا۔ بالآخر یہ لاوا پکتا اور تپتا رہا اور نوبت بایںجا رسید کہ بدر وحنین سے لے کر فتح مکہ کی تمام کارروائی اوراقِ تاریخ میں دیکھی جا سکتی ہے کہ ایک طرف تمام دنیاوی جاہت وجلالت اور ایک طرف مکہ کا یتیم مہاجر۔ ایک طرف توپ وتفنگ کا ذخیرہ اور دوسری طرف ایک درع پہنے ہوئے آمنہ کا لال — ایک طرف افراد اور سواریوں کا بحر موجزن اور دوسری طرف چند بوریا نشین وہ بھی پیدل — ایک طرف مکہ اور اطراف کی پوری چودھراہٹ اور دوسری طرف مسجد کی امامت — امام الانبیاء علیہ السلام — لیکن جب میدانِ معرکہ گرم ہوتا ہے تو پوری طاغوتی قوتیں — احزابِ ابلیس دُم دبا کر بھاگتی ہیں۔ اور میدانِ جنگ میں صرف نعرہ تکبیر ہی کی صدا بلند ہوتی ہے کہ

انا النبی لا کذب — انا ابن عبد المطلب

اور فرمانِ خداوندی نقشہ کائنات پر حقیقت بن کر اُبھرتا ہے کہ

جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

بہر حال "مشتے نمونہ از خروارے" ان واقعات سے ہمیں دو چیزیں غور وفکر کی دعوت دیتی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ تمام داستانیں کیوں واقع ہوئیں۔ اور ان کا نتیجہ ایسا کیوں نکلا؟ اس کا جواب اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کہ یہ تمام کچھ جو ہوا تو صرف ایک وجہ سے ہوا کہ باطل خداؤں کی نافرمانی کر کے ان کی خدائی کا طلسم توڑ کر مخلوق کو حقیقی خدا سے جوڑ دیا جائے — اور آج نقشہ کائنات پر جتنے چلتے پھرتے بتکدے ہیں انہیں پاش پاش کر کے ایک خدا کے ایک گھر کی دعوت دی جائے اور بھٹکتی ہوئی مخلوق کے قبلہائے مختلفہ سے اس کا منہ پھیر کر ایک وحدہٗ لاشریک کی طرف کر دیا جائے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ نمرود کی لا متناہی اسباب سے لیس حکمرانی کا مقابلہ اکیلے خلیل اللہ نے کیسے کیا — قومی ومادی وسائل کی کثرت کے خلاف انبیاء علیہم السلام کیسے غالب آتے رہے — افواج واموال سے بزورِ فرعونیت عصائے

کلیم اللہ کے سامنے کیونکہ غرق آب ہوئی ـــــ عاد وثمود کی دیو قد نعشیں ہود وصالح کے سامنے "کانھم اعجاز نخل خاویہ" بنیں ـــــ ذرائع حکمرانی کے باوجود دقیانوسیت پر اصحاب کہف کیسے فتح یاب ہوئے ـــــ عرب وعجم کی پوری شہنشاہیت کے مقابلے میں توحید ونبوت کس طرح بلند ہوا ـــــ یہ سب کچھ ہوا تو اس وجہ سے کہ ایک طرف قوت لم یزل تھی اور دوسری طرف کمزور خدائی ـــــ ایک طرف رزاق وغنی، دوسری طرف فقر وگداگری ـــــ ایک طرف حیّ قیوم، دوسری طرف موت کا شکار ـــــ ایک طرف قہار وجبّار، دوسری طرف عجز وانکسار ـــــ ایک طرف عزیز مقتدر، دوسری طرف نخل منقعر ـــــ ایک طرف دوام وثبات، دوسری طرف حُمر مستنفر ـــــ غرضیکہ ایک طرف خالق حقیقی وحدہٗ لاشریک کی نصرت وامداد تھی۔ اور اس کے جنود مجندہ، ملائکہ مردفین اور ان حزبُ اللہ ھم المفلحون دوسری طرف طاغوتی طاقتیں، شیطان کے جھوٹے وعدے اور ان حزب الشیطن ھم الخاسرون اور ایسے کیوں نہ ہوتا کہ۔

"ذلک بان اللہ مولی الذین آمنو، وان الکافرین لا مولیٰ ھم"

تو ایسے عالم میں کمزور خدائی کا جو عبرتناک انجام ہونا چاہیئے تھا۔ وہ آپ کے سامنے ہے کہ نمرود، فرعون وہامان اور قارون جیسے زندہ ناخدا کس طرح زمین میں دھنسے، لقمۂ بحر بنے، نشانہ طوفان ہوئے۔ غرضیکہ آفات ارض وسمانے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور بزعم خویش خود خداؤں کو ان کی خدائی ذرہ برابر نفع و فائدہ نہ دے سکی۔

ایسے موقعہ پر جو غور وفکر کا احتیاج مشرکین کیلئے ہے وہ سردست اپنی جگہ رہنے دیکھئے۔ لیکن اب ان لوگوں کا ضمیر بھی زندہ ہونا چاہیے۔ اور انہیں اپنے گریبانوں میں جھانکنا چاہیئے جو ہمہ تن مردہ خداؤں کی خدائی کا طلسم توڑنے اور ان کی بیخ کنی کے درپے ہیں کہ ہمیں اپنے علم وفضل۔ وعظ وارشاد کی مُہار کو اس طرف بھی موڑنا چاہیئے۔ بلاشبہ ان کا یہ کام بھی قابل صد ستائش ہے۔ لیکن اس دوسرے پہلو کو نظر انداز کر دینا بھی مستحسن نہیں بالخصوص اس دور میں جب کہ مردہ خداؤں سے لوگ از خود بیزار ہو رہے ہیں۔ لیکن زندہ معبودانِ باطلہ اپنے دام تزویر کو مزید وسعت واستحکام دینا چاہتے ہیں کہیں سیاسی خدا ہیں تو کہیں مذہبی۔ کہیں مادیت کے بت ہیں تو کہیں قومیت

کے صنم۔ کہیں وطنیت تو کہیں قرابت ونفس۔ غرضیکہ پورا معاشرہ بتکدہ نظر آرہا ہے۔ اور مقام افسوس ہے کہ ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر اس سے نہ کہ صرف نظر کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات دھیمے لہجے میں تائید بھی کر جاتے ہیں۔ اور اس بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ جس کا اثر برفتارِ برق سے کہیں تیز اور دبیب نمل سے کہیں غیر محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم کسی کو مشرک کہنے سے قبل اپنے آپ کو موحد بنالیں تو بڑی بات ہے ــــ بہر حال ہمیں زندہ خداؤں کی حرکات و سکنات پر توجہ دینی چاہیئے۔ جو شرک بعد از وفات ہونا ہوتا ہے اس کے دنیاوی مبادیات کو جنم لیتے ہی ختم کر دینا چاہیے ــــ ان جراثیم کو ابھی سے سانس نہیں لینے دینا چاہیئے۔ جو کل کو معاشرے میں ناسور بننے والے ہیں۔ اس فکری غلامی کے طوق کو ابھی سے اتارا جائے جو کل کو ہماری اخلاقی و معاشرتی اور دینی اور دنیاوی موت کا سبب بننے والا ہے۔ لیکن مشرک کی عقل کا جتنا ماتم کیا جائے کم ہے کہ اس کے باوجود وہ اسے اپنا مشکل کشا اور حاجت روا تصور کرتا ہے۔ قرآنِ مجید کے مطالعہ سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہر دور کے مشرکین نے اپنے علیحدہ علیحدہ خدا بنائے ــ اب ان خداؤں کی کثرتِ تعداد خود ان کی خدائی کا منہ چڑاتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"لو کان فیھما الٰھة الا اللہ لفسدتا"

یعنی اگر ایک سے زائد خداؤں کا تصور درست ہوتا تو آج زمین و آسمان اس صورت میں نہ ہوتے بلکہ ہر سمت و ہمہ سمت فساد ہی فساد ہوتا۔ اور فرمایا:۔

"وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق
ولعلا بعضھم علی بعض"

یعنی تعدادِ الوہیت اگر متحقق ہوتی تو ہر ایک اپنی چودھراہٹ قائم کرتا۔ اور وہ ایک دوسرے پر خواہش اقتدار میں مرمٹتے ــــ یعنی عقل سلیم بالکل اس بات سے ابا کرتی ہے کہ ایک سے زائد خداؤں کے سامنے جبینِ نیاز کو جھکایا جائے۔

اور جب ہم ان کی بے بسی کی داستانِ عبرت پڑھتے ہیں تو ندامت کے مارے

سر جھکتا ہے کہ یہ اشرف المخلوقات آج کسی ڈھیری کے سامنے ڈھیر ہے۔ اور ان عقل کے یتیم فکر سے محروم، اہل شرک پر افسوس ہوتا ہے کہ اپنے سامنے تمام منظر دیکھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کی خدائی پر حرف نہیں آتا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھئے آپ ایک کے علاوہ ان کے تمام چھوٹے بڑے ناخداؤں کو ریزہ ریزہ کرتے ہیں۔ لیکن جب مشرک واپس آتے ہیں تو سوال کرتے ہیں:

أأنت فعلت هٰذا بالهتنا يا ابراهيم

یعنی اے ابراہیم کیا ہمارے ان خداؤں کے ساتھ یہ کھیل تم نے کھیلا ہے۔ دیکھئے خدائی کا اطلاق بھی ہے اور مظلومیت کا اعتراف بھی ہے — اسی وجہ سے خلیل اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام تعریض و تلمیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فاسئلوا هم ان كانوا ينطقون"

لیکن بد دماغی و حماقت کی انتہا دیکھئے کہتے ہیں کہ:۔

"حرقوه وانصروا الهتكم ان كنتم فاعلين"

اس کمزور خدائی کا اس سے بڑھ کر بھی کوئی شرمناک انجام ہوسکتا ہے جو ان کا ہوا۔ لیکن "اذا لم تستحی فاصنع ما شئت" جب لباسِ شرم و حیا اترتا ہے تو بے حیائی کی انتہا ہوتی ہے۔ اور عقل و فہم کا جنازہ اٹھتا ہے۔

مزید دیکھئے! حضرت موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میقاتِ الٰہی پر جاتے ہیں۔ پیچھے سامری قوم کو گمراہ کر لیتا ہے اور ایک بچھڑے کی شکل میں معبود سے نوازتا ہے پوری قوم ہارون علیہ السلام کے روکنے کے باوجود نہ صرف یہ کہ اس وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتی ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ

فقالوا هٰذا الٰهكم واله موسىٰ فنسى"

جب حضرت کلیم اللہ واپس آتے ہیں تو قوم کی حالت زار دیکھ کر بڑے ملال و جلال میں آئے اور سامری کو بلا کر سرزنش کی اور کہا کہ جس خدا کو تم اپنا حاجت روا سمجھتے ہو — مشکل کشا خیال کرتے ہو دیکھو اس کمزور خدائی کا تانا بانا ادھڑتا اور اکھڑتا ہے۔ فرمایا

وانظر الی الٰھک الذی ظلت علیہ عاکفا لنحرقنہ ثم لننسفنہ فی الیم نسفا "

کہ اسے نہ صرف جلائیں گے بلکہ اس کی راکھ کو سمندروں کی لہروں اور اس کی طغیانیوں کی نذر کریں گے۔ پھر اس بے کس اور کمزور خدا کی باطل خدائی کی دھجیاں ایسے بکھریں کہ اہل شرک کیلئے آج تک تازیانہ عبرت ہیں کہ یہ قصر دجل ایسے اکھڑا کہ الامان والحفیظ۔

توحید و شرک کی یہ پوری سرگزشت پڑھیئے اور آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کا جائزہ لیجئے کہ پورا عرب بتکدہ بنا ہوا تھا یعنی بقول حالی ؛

کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا　　کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت تھے تثلیث پر دل شیدا　　بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی　　طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی
قبیلے قبیلے کا بت ایک جدا تھا　　کسی کا ہبل تھا، کسی کا صفا تھا
یہ عزہ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا　　اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل مشرکین کے حالات کا مطالعہ کریں تو عجیب و غریب اور متعدد ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ خود ہمیں ان معبودانِ باطلہ کی بے بسی اور کمزوری پر ترس آنے لگتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے اور ذکر کرتا ہے کہ جب میں مشرک تھا تو عجیب کیفیت تھی۔ اور حالت یہ تھی کہ جب ہم سفر پر جاتے تو اپنے خداؤں کو ساتھ لیتے جاتے۔ وقت مقررہ پر ان کی عبادت بھی کرتے۔ اور بوقتِ ضرورت حاجت روائی اور مشکل کشائی بھی کرواتے۔ ایک دن اتفاق سے جب میں سفر پر گیا تو راستے میں جب عبادت کا وقت آیا تو میں نے تھیلے میں دیکھا تو رب موجود نہ تھا۔ یعنی وہ گھر رہ گیا۔ اب میں پریشان تھا کہ عبادت کیسے کروں ؟ اسی دوران میری سواری نے پیشاب کیا تو جو زمین بھیگ گئی میں نے اسے اکٹھا کیا اور اسی گارے سے اپنے گھر

پڑے ہوئے معبود کی شکل جیسی مورتی بنا کر اس کی عبادت کی اور فارغ ہوکر اس ذیلی اور قائم مقام خدا کو وہیں پھینکا اور سفر جاری کر دیا۔

اب اندازہ لگایئے یہ رب جو تھیلے میں ڈالا جاتا ہے۔ اور جب گھر رہ جائے تو جانور کے پیشاب آلود گارے سے رب بنا لیا جاتا ہے ـــ یہ کمزور خدائی کا کتنا ہی بھیانک انجام ہے۔

اسی طرح ایک اور شخص آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں بتاؤ تمھیں تمھارے معبود باطل نے کوئی فائدہ بھی دیا۔ وہ کہتا ہے جی ہاں! میں نے ایک بت ستوؤں کا بنایا ہوا تھا ایک وقت آیا کہ قحط پڑ گیا۔ کچھ کھانے کو نہ ملا تو میں نے اپنے رب کو توڑا اور انہیں ستوؤں سے گزارا کیا۔

ایک اور نومسلم آتا ہے جو اپنے مسلمان ہونے کا واقعہ یوں بیان کرتا ہے کہ میں ایک دن معبودِ باطل کے مزار پر اس کی عبادت کیلئے گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ جس بت کے آگے میں جبینِ نیاز جھکاتا ہوں ایک لومڑی اس پر پیشاب کر رہی ہے۔ اس بات نے میرے ضمیر کو جھنجوڑا کہ ایسے بے بس اور ضعیف خدا کی عبادت کرتے ہو۔ جو ایک لومڑی کو بھی اپنے پر پیشاب کرنے سے نہیں روک سکتا۔ وہ تیری مشکلکشائی کیسے کر سکتا ہے۔ چنانچہ میں اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوگیا۔ موصوف اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ؎

ارب یبول الثعلبان علی رأسہ   لقد ذل من بالت علیہ الثعالب

برئت من الاصنام والشرک کلہ   وایقنت ان اللہ لاشک غالب

(ترجمہ) کیا یہ بھی رب ہے جس کے سر پر لومڑ پیشاب کرتے ہیں تحقیق گمراہ (ذلیل) ہے وہ جس پر لومڑ پیشاب کریں۔ میں ہر قسم کی بت پرستی اور شرک سے اعلانِ برأت و بیزاری کرتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ بلاشبہ اللہ تعالےٰ ہی غالب (وحدہ لاشریک) ہے۔

ان واقعات سے آپ اندازہ لگائیں کہ دورِ جاہلیت میں مشرکین کی عقل کا دیوالیہ کیسے نکل چکا تھا۔ اور ان باطل خداؤں کی حالتِ زار اور کسمپرسی کا بھی اندازہ لگائیں۔ جنہیں خود اپنے ہی عابدوں اور عقیدت مندوں کے ہاتھوں چکنا چور ہونا پڑا اور

لوٹران پر پیشاب کریں تو روک نہ سکیں۔ لیکن کیا کیا جائے جس دماغ میں شرک ہو عقل وہاں سے احتجاجاً نکل جاتی ہے۔

اس کے بعد دیکھیں آفتابِ توحید طلوع ہوتا ہے۔ بیت اللہ الحرام میں رکھے ہوئے تین سو ساٹھ بتوں کی حکمرانی اب ختم ہونے کو ہے فتح مکہ ہوتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں تشریف لاتے ہیں۔ اور تمام بتوں کو ملیامیٹ کرکے بیت اللہ کی تطہیر کی جاتی ہے۔ ان تمام میں سے کوئی مشرکین کو اولاد دیتا ہے کوئی رزق کوئی فتح و نصرت غرضیکہ ہر قسم کی مشکل کشائی اور حاجت براری کرتے تھے۔ لیکن آج وہ اپنی جان کا دفاع بھی نہیں کر سکتے ــــ یعنی یہ اس کمزور خدائی کا انجام ہے جسے مشرکین بزعم خویش اپنا سب کچھ سمجھے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام زندہ مردہ خداؤں کی بے کسی کا نقشہ یوں بیان کیا ہے:۔

"یا ایھا الناس ضرب مثل فاستمعوا لہٗ ان الذین تدعون من دون
اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہٗ وان یسلبھم الذباب شیئا
لا یستنقذوہ منہ، ضعف الطالب والمطلوب"

یعنی یہ پوری باطل خدائی اور زندہ و مردہ معبودان باطلہ اگر اس بات پر جمع ہو جائیں کہ ایک مکھی بنالیں تو ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے بلکہ اگر مکھی ان کے دستر خوان سے کوئی چیز اٹھائے جائے تو اسے بھی واپس نہیں لوٹا سکتے۔ لہذا یہ خدائی بھی کمزور اور اس کے معتقدین اور متوسلین بھی کمزور ہیں۔ یعنی یہ کمزور خدائی کا انجام ہے کہ جو مانگ رہا ہے وہ بھی بے بس اور جس سے مانگا جا رہا ہے وہ بھی بے کس۔ ایک اور جگہ فرمایا:

"مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت
اتخذت بیتا وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت"

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا سہارا تلاش کرتے ہیں ان کی مثال مکڑی جیسی ہے۔ جو اپنا گھر بناتی ہے۔ حالانکہ تمام قسم کے گھروں سے کمزور ترین گھر اسی کا ہے گویا کہ مشرکین کے تلاش کردہ سہارے ہر قسم کے سہاروں سے کمزور ہیں کاش ان میں فکر و شعور کا مادہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "وما قدروا اللہ حق قدرہٖ"

یعنی ان لوگوں نے خدا کو سمجھا ہی نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"یصاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار"

یعنی اے جیل کے ساتھیو! مختلف قسم کے کمزور خدا اچھے ہیں یا کہ ایک خدا جو قوت اور طاقت میں تمام پر حاوی اور بھاری ہے۔ اس آیت کریمہ میں ایک نہایت لطیف نکتہ ہے کہ پہلے ارباب متفرقون کہا جس کا مطلب ہے کہ انھوں نے رب بھی کئی بنائے ہوئے تھے۔ اور تھے بھی مختلف امور کے لئے اسی وجہ سے بعد میں فرمایا ام اللہ الواحد القہار یعنی مختلف خداؤں کے مقابلہ میں صرف اور صرف ایک خدا اور متفرق کے جواب میں قہار" یعنی تمام حوائج وضروریات کو اکیلا ہی پورا کرسکتا ہے!

معزز قارئین ـــ اس مختصر سے نقشہ سے جب آپ پر معبودان باطلہ کی کمزوری خوب واضح ہو چکی ہے تو ہم ———————— یہ کہیں گے کہ نہ صرف ان باطل بلکہ کمزور خداؤں کو چھوڑ کر اس وحدہٗ لاشریک کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو تمہاری ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور ہر انسان طبعی طور پر ہر قسم کی مشکل میں اسے ہی پکارتا ہے۔

عمران بن حصین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جاہلیت میں مسلمان ہونے سے پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے کتنے خدا ہیں۔ اس نے کہا سات ہیں چھ زمین میں اور ایک آسمان پر ـــ پھر نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ تو اپنی مصیبت میں یا کسی چیز کی طلب کے لئے بالآخر کسے پکارتا ہے۔ اس نے کہا جو آسمانوں پر ہے یعنی آخرکار انسان کا حقیقی مشکل کشا ہی اس کی حاجت روائی کرتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

"قل لو کان معہٗ الہۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا"

یعنی اگر بالغرض ان کے بقول متعدد خدا ہوتے تو بالآخر اپنی ضروریات کیلئے اُس ذوالعرش المتین کی طرف جھکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی مفہوم کو متعدد مقامات

پر مختلف الفاظ میں بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے کہ:

"اذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین"

عکرمہ بن ابی جہل جب فتح مکہ میں بھاگتا ہے واپسی کا سبب صرف یہی فکر بنتی ہے کہ اگر مصائب و تکالیف میں اسی خدا کو پکارنا ہے تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی کس چیز کی تھی۔ چنانچہ اسی فکر اور سوچ نے اسے مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا۔ لیکن ہم اپنے منہ ذرا اگر بیانوں میں ڈال کر دیکھیں تو صورت حال بہت مختلف ہے۔

ہماری دعوت اور ہمارا مقصد تو صرف یوسف اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح یہ ہے انسانوں کو خالق حقیقی کا راستہ بتلاتے ہیں۔ تاکہ وہ اس ناراض خدا کو خوش کر لیں تاکہ اس کی رحمتوں اور نوازشوں کا نزول ہو سکے اور کمزور خداؤں کی باطل خدائی سے اعلان بیزاری کر دیں ــــ اس باطل اور کمزور خدائی کا جو تعارف اور عبرتناک انجام ہم نے بتانے کی حقیر اور مختصر کوشش کی ہے۔ یہ محض اس جذبہ کے پیش نظر ہے کہ ؎

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

وما علینا الا البلاغ